اجتماعی اجتہاد کا مفہوم: ایک ارتقائی مطالعہ

ڈاکٹر حافظ محمد زبیر

اگر چہ، اجتماعی اجتہاد کا عمل تو صحابہؓ اور تابعین کے دور میں ہی شروع ہو چکا تھا، لیکن اس فعل کو باقاعدہ کسی ادارے کی صورت دینے کا تصور بیسیویں صدی ہجری میں ہی صحیح معنوں میں سامنے آیا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ہم دیکھتے ہیں کہ اجتماعی اجتہاد کی جتنی بھی تعریفیں بیان کی گئی ہے، وہ تقریباً بیسویں صدی ہجری کے آخری ربع ہی میں سامنے آئی ہیں اور تا حال یہ سلسلہ جاری ہے۔ اجتماعی اجتہاد کا عمل اس وقت امت مسلمہ کے ایک بڑے حصے میں مختلف اداروں، تنظیموں، جماعتوں اور حکومتوں کی سرپرستی میں جاری ہے اور آئے روز اس میں تیزی آ رہی ہے، لیکن تا حال اس عمل کی کوئی ایسی جامع مانع تعریف بیان نہیں ہوئی ہے کہ جس پر سب علماء کا اتفاق ہو۔ ہمارے خیال میں اس میں ابھی کچھ وقت لگے گا، کیونکہ جب بھی کوئی نئی اصطلاح وضع ہوتی ہے تو اس کی قبولیت عامہ میں کچھ وقت درکار ہوتا ہے۔ اجتماعی اجتہاد پر شائع شدہ مختلف کتابوں، مقالہ جات، رسائل اور مضامین میں اس کی کئی ایک تعاریف بیان کی گئی ہیں۔ ان تعریفوں میں بظاہر اختلاف بھی ہے لیکن یہ تنوع کا اختلاف ہے نہ کہ تضاد کا۔ جیسا کہ ہم بیان کر چکے ہیں کہ اجتماعی اجتہاد کا عمل اس وقت ساری اسلامی دنیا میں جاری ہے، لہٰذا عملاً اس کے تصورات میں اختلاف بہت کم ہے۔ لیکن جب علماء اجتماعی اجتہاد کے اس جاری وساری عمل کو الفاظ کا جامہ پہناتے ہیں تو اس کی تعریف میں ان کا لفظی اختلاف نمایاں ہو جاتا ہے۔ ذیل میں ہم اجتماعی اجتہاد کی چند ایک تعریفوں کو موضوع بحث بنا کر اس پہلو سے ان کا ایک تجزیاتی مطالعہ پیش کریں گے کہ وہ تعاریف اجتماعی اجتہاد کے جاری معاصر عمل کا احاطہ کر رہی ہیں یا نہیں؟ اور کونسی تعریف ایسی ہے جو اجتماعی اجتہاد کے عمل اور تصور کو جامعیت اور مانعیت کے ساتھ بیان کر رہی ہے۔

''اجتماعی اجتہاد،، کی لغوی تعریف

''اجتماعی اجتہاد،،ایک مرکب لفظ ہے جو دو اسموں سے مل کر بنا ہے۔پہلا اسم ''اجتماعی،، ہے اور دوسرا ''اجتہاد،،۔اجتماعی کا لفظ باب افتعال سے بنا ہے اور اس کا مادہ ''ج۔م۔ع،، ہے۔ثلاثی مجرد میں یہ لفظ باب ''فتح،، سے آتا ہے اور اس کا مصدر عین کلمہ کے سکون کے ساتھ ''جمعا،، مستعمل ہے۔اس مادے سے باب افتعال کا مصدر ''اجتماع،، بنے گا اور اسی سے لفظ 'اجتماعی،اسم منسوب ہے۔عربی زبان میں 'اجتماعی، کی بجائے 'جماعی، کا لفظ زیادہ مستعمل ہے،یعنی ''اجتماعی اجتہاد،،کو عربی میں ''الاجتهاد الجماعی،، کہتے ہیں۔علامہ ابن منظور افریقی ؒ (متوفی ۷۱۱ھ) لکھتے ہیں:

''جمع،باب 'فتح، سے جمع کرنے کے معنی میں ہے اور اس کا مصدر 'جمعا، ہے......اسی طرح 'مجموع، سے مراد وہ شے ہے جو ادھر ادھر سے جمع کی گئی ہو اگرچہ وہ شئی واحد نہ بھی ہو......اسی طرح ''جمع،،لوگوں کی جماعت کو بھی کہتے ہیں اور 'جمع،اہل عرب کے قول 'جمعت الشئی،، سے مصدر ہے۔علاوہ ازیں ''جمع،، سے جمع ہونے والے لوگ بھی مراد ہوتے ہیں۔''جمع ،، کی جمع 'جموع، ہے۔جماعت، 'جمیع، 'مجمع، اور 'مجمعہ ،وغیرہ کے الفاظ ''جمع،، کی جگہ استعمال ہوجاتے ہیں......''مجمع،، سے مراد لوگوں کی جماعت ہے یا پھر وہ جگہ جہاں لوگ جمع ہوں......''امر جامع،، سے مراد ایسا کام ہے جو لوگوں کو جمع کرنے والا ہو جیسا کہ ارشاد باری تعالی ہے:اور جب وہ کسی جمع کرنے والے کام میں مصروف ہوتے ہیں تو آپ ﷺ سے اجازت لیے بغیر نہیں جاتے......''جماع الشئی،، سے مراد اس کا مجموعہ ہے جیسا کہ ''جماع الخباء ،، سے مراد خیمے ہیں،کیونکہ 'جماع، سے مراد مجموعی تعداد ہے۔اسی طرح کہا جاتا ہے:شراب ''جماع الاثم ،، ہے یعنی گناہ کو جمع کرنے والی ہے اور اس کی جڑ ہے۔،،[۱]

'المعجم الوسیط ، کے مصنفین لکھتے ہیں:

''کسی متفرق شئی کو جمع کرنا یعنی اس کے بعض حصوں کو بعض سے ملا دینا......اسی طرح کہا جاتا ہے:قوم اپنے دشمنوں کے خلاف جمع ہوگئی ہے یعنی ان سے لڑائی کے لیے وہ ایک جماعت بن گئے ہیں۔قرآن مجید میں ہے:(مسلمانوں سے بعض مشرکین نے کہا) بے شک لوگ (یعنی مشرکین)تم سے لڑائی کے لیے اکھٹے ہوگئے ہیں،پس تم (اے مسلمانو!)ان سے ڈرو''......کسی چیز کے 'جماع، سے

مراد اس کی اصل کو جمع کرنا اور جتنا کچھ جمع کیا گیا ہو، دونوں مراد ہوتے ہیں۔جیسا کہ کہا جاتا ہے: شراب گناہ کو جمع کرنے والی ہے۔اسی طرح کہا جاتا ہے: یہ باب ان تمام ابواب کا جامع ہے یعنی ان کو شامل ہے۔اسی طرح یہ بھی کہا جاتا ہے: فلاں شخص بنوفلاں کو جمع کرنے والی اصل وبنیاد ہے یعنی وہ لوگ اس کی طرف پناہ لیتے ہیں، اس کے فیصلوں اور سرداری پر اعتماد کرتے ہیں۔'قدر جماع'، سے مراد عظیم قدر ہے۔،،۲

اجتہاد کے لغوی معنی پر علامہ ابن سیدہؒ (متوفی ۴۵۸ھ) لکھتے ہیں:

''جھد،، (ضمہ کے ساتھ) اور جھد، (فتحہ کے ساتھ) دونوں سے مراد طاقت ہے۔اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ ''جھد، (ضمہ کے ساتھ) سے مراد طاقت ہے اور جھد، (فتحہ کے ساتھ) سے مراد مشقت ہے......جھد، اور 'اجتھد، دونوں کا معنی ہے: اس نے کوشش کی۔،،۳

علامہ ابن منظور افریقیؒ لکھتے ہیں:

''جھد، اور ''جھد، سے مراد طاقت ہے جیسا کہ اہل عرب کا قول ہے: تو اپنی طاقت صرف کر۔اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ 'جھد، سے مراد مشقت ہے اور 'جھد، سے مراد طاقت ہے......اور 'جھد، باب فتح سے اور 'اجتھد، باب افتعال سے ہے اور دونوں کا معنی کوشش کرتا ہے......'اجتہاد، اور تجاہد، سے مراد پوری طاقت وقوت کو خرچ کرنا ہے اور حضرت معاذؓ کی حدیث میں ہے: میں اپنی رائے بنانے میں اجتہاد کروں گا یعنی کسی مسئلے کو معلوم کرنے کے لیے اپنی طاقت صرف کروں گا۔اجتہاد 'جھد، سے باب افتعال ہے اور طاقت کے معنی میں ہے۔،،۴

ڈاکٹر صالح بن عبداللہ بن حمید اجتماعی اجتہاد کا لغوی معنی بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

''والجماعی نسبة الی الجماعة،فالاجتهادالجماعی هواجتهادالجماعة،،۵

''اجتماعی کا لفظ جماعت کی طرف نسبت ہے اور 'اجتماعی اجتہاد، سے مراد ایک جماعت کا اجتہاد ہے۔،،

'اجتماعی اجتہاد، کی اصطلاحی تعریف

'اجتماعی اجتہاد، کی تعریف ایک جدید تعریف ہے۔سلف صالحین کے مختلف ادوار میں ہمیں اجتماعی اجتہاد کی بعض صورتیں تو ملتی ہیں لیکن اس دور میں اس کی کوئی باقاعدہ تعریف وضع نہیں کی گئی۔

ڈاکٹر صالح بن عبداللہ بن حمید لکھتے ہیں:

"یعد مصطلح الاجتهاد الجماعی من المصطلحات المعاصرة اذلم یرد له ذکر عند المتقدمین،امامن حیث الممارسة العملیة فقدشهد تاریخ التشریع الاسلامی جملة من الوقائع التی هی فی حقیقتها اجتهاد جماعی وان لم تسم بهذا الاسم.،،٦

''اجتماعی اجتہاد کی اصطلاح ایک جدید اصطلاح ہے اور متقدمین میں اس کا تذکرہ ہمیں نہیں ملتا۔ جہاں تک اجتماعی اجتہاد کی عملی صورتوں کا معاملہ ہے تو فقہ اسلامی کی تاریخ میں اس قسم کے بہت سے واقعات موجود ہیں تو اجتماعی اجتہاد ہی کی مختلف صورتیں ہیں، اگر چہ انہیں سلف نے اجتماعی اجتہاد کا نام نہیں دیا۔،،

معاصر علماء نے اجتماعی اجتہاد کی کئی ایک اصطلاحی تعریفیں بیان کی ہیں جن میں چند ایک درج ذیل ہیں:

پہلی تعریف

ڈاکٹر عبدالحمید السؤسوۃ الشرفی لکھتے ہیں:

"هو استفراغ اغلب الفقهاء الجهد لتحصیل ظن بحکم شرعی بطریق الاستنباط،واتفاقهم جمیعا او اغلبهم علی الحکم بعد التشاور.،،٧

''فقہاء کی اکثریت کا کسی حکم شرعی کی بذریعہ استنباط تلاش میں اپنی صلاحیتوں کو کھپا دینا اور پھر ان سب کا یا ان کی اکثریت کا باہمی مشورے کے بعد کسی شئی کے شرعی حکم پر اتفاق کر لینا اجتماعی اجتہاد ہے۔،،

ڈاکٹر عبدالمجید کی یہ تعریف شرح کی متقاضی ہے، لہذا وہ اپنی بیان کردہ تعریف کی خود ہی وضاحت کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"قوله:(اغلب الفقهاء)،قیدلبیان ان الاجتهاد الجماعی یختلف عن الاجتهاد الفردی فی کونه جهد جماعة ولیس جهد فرد،وان هذه الجماعة تکون اغلب العلماء المجتهدین او اکثرهم،،٨

''فقہاء کی اکثریت کی قید اس لیے لگائی گئی تا کہ اجتماعی اور انفرادی اجتہاد میں یہ فرق واضح ہو سکے کہ اجتماعی اجتہاد فقہاء کی ایک جماعت کی بھرپور کوششوں کا نام ہے نہ کہ ایک فرد کی کوشش کا۔ اور یہ جماعت علمائے مجتہدین کی غالب اکثریت پر مشتمل ہوگی۔،،

ڈاکٹر عبدالمجید السؤسوۃ کی یہ بات محل نظر ہے کہ اجتماعی اجتہاد سے مراد فقہاء کی اکثریت کا اجتہاد ہے۔اگر تو اجتماعی اجتہاد کا لغوی معنی دیکھا جائے تو تین علماء کے اتفاق پر بھی اس کا اطلاق ہوتا ہے لہذا فقہاء کی اکثریت کے اتفاق کی شرط لگانا درست نہیں ہے۔اور اگر تو ڈاکٹر صاحب کی مراد اجتماعی اجتہاد کی اصطلاحی تعریف ہے تو یہ ہے کہ علماء کی اکثریت جب تک اس تعریف کی تائید نہیں کردیتی،اس وقت تک اس کا بیان کردہ اصطلاحی معنی،اصطلاحی نہیں کہلایا جاسکتا ہے۔اصطلاح عربی زبان کا لفظ ہے کہ جس کا مادہ ،صلح، ہے یعنی اصطلاح اسے کہتے ہیں کہ اس لفظ کے فلاں معنی پر علماء کی ایک جماعت کی صلح یا اتفاق ہوگیا ہے کہ جب بھی یہ لفظ بولا جائے گا تو اس سے مراد یہ معنی ہوگا۔پس اصطلاح ایک شخص کی نہیں ہوتی بلکہ ایک جماعت جب ایک لفظ کو کسی مخصوص معنی میں استعمال کرتی ہے تو وہ اصطلاح کہلاتی ہے۔

ہمارا نقطہ نظر یہ ہے کہ ابھی اجتماعی اجتہاد کی اصطلاحی تعریف وضع ہورہی ہے لہذا اس عرصے میں جو صاحب علم بھی اجتماعی اجتہاد کے معاصر تصور کو الفاظ میں ڈھالنے کی کوشش کریں،وہ اس کو متعین اصطلاحی تعریف کا نام نہ دیں، بلکہ انداز بیان یوں ہو کہ اجتماعی اجتہاد کی ممکنہ اصطلاحی تعریف یہ ہوسکتی ہے۔بعدازاں اگر علماء کی ایک معتدبہ جماعت کا اجتماعی اجتہاد کی اس تعریف پر اتفاق ہوجائے تو اس کو اصطلاحی تعریف کا نام دیا جاسکتا ہے۔تاحال معاصر علماء نے اجتماعی اجتہاد کی مختلف تعریفیں بیان کی ہیں اور ان پر ردوقدح کا عمل جاری ہے۔ڈاکٹر عبدالمجید کی اس تعریف پر ایک اعتراض یہ وارد ہوتا ہے کہ یہ اجتماعی اجتہاد کی ایک ایسی تعریف ہے جو اس کے لغوی معنی پر پوری نہیں اترتی ہے۔

دوسرا اعتراض یہ ہے کہ اگر ڈاکٹر عبدالمجید کی اس تعریف کو درست مان لیا جائے تو عصر حاضر میں اجتماعی اجتہاد کے نام سے جتنا کام بھی ہورہا ہے وہ اس تعریف میں شامل نہیں ہوتا ہے۔اسلامی فقہ اکیڈمی ہو یا ''مجمع البحوث الاسلامیة،،اسلامی نظریاتی کونسل ہو یا ''ھیئۃ کبار العلماء السعودیة،،اجتماعی اجتہاد کے ان تمام اداروں کے اراکین اپنے ممالک کے علماء کی بھی غالب اکثریت پر مشتمل نہیں ہیں،چہ جائیکہ کہ وہ عالم اسلام کے جمہور علماء کی نمائندگی کررہے ہیں۔اجتماعی اجتہاد کے نام پر جو بھی ادارے اس وقت کام کررہے ہیں ان میں سے کوئی ایک بھی ایسا نہیں ہے جو ملت اسلامیہ کے جمہور تو کیا ایک عشر عشیر پر بھی مشتمل ہو۔

تیسرا اعتراض یہ ہے کہ اجتماعی اجتہاد کی اس تعریف کو خود اس معیار پر پیش کیا جائے جو ڈاکٹر صاحب

نے بیان کیا ہے، تو یہ اس پر بھی پوری نہیں اترتی ہے۔ڈاکٹر صاحب نے اجتماعی اجتہاد کے لیے علماء کی اکثریت کی قید لگائی ہے جبکہ علماء کی اکثریت اجتماعی اجتہاد کی اس تعریف کی قائل ہی نہیں ہے جیسا کہ ہم آگے چل کر بیان کریں گے۔

چوتھا اعتراض یہ ہے کہ ملت اسلامیہ کئی ایک براعظموں میں پھیلی ہوئی ہے اور تمام دنیا سے علماء کی اکثریت کو جمع کرنا ایک بہت ہی مشکل کام ہے۔اسی پہلو کی طرف اشارہ کرتے ہوئے علامہ البانیؒ (متوفی ۱۹۹۹ء) نے ڈاکٹر عبدالمجید السوسوۃ کی تعریف پر نقد کی ہے۔وہ لکھتے ہیں:

"وقدجاء بقيدين ،احدهماابعدعن الامكان من الآخر ،فان قوله:"اغلب الفقهاء،،!كيف يمكن مع تفرقهم في البلادالاسلاميةالشاسعة؟!ثم كيف يمكن جمعهم في مكان واحدحتى يتشاوروافي الحكم؟!،،[۹]

ڈاکٹر عبدالمجید السوسوۃ نے اجتماعی اجتہاد کی تعریف میں دو قیدیوں کو بیان کیا ہے جبکہ ان میں ہر ایک کا امکان دوسری سے بڑھ کر ناممکن ہے۔ڈاکٹر عبدالمجید السوسوۃ نے فقہاء کی اکثریت کی شرط لگائی ہے، حالانکہ اس اکثریت کا اجتماع کیسے ممکن ہے جبکہ علماء مختلف اسلامی ممالک میں بکھرے ہوئے ہیں۔ان سب کو ایک جگہ جمع کرنا کیسے ممکن ہے جبہ ان کی آپس کی مشاورت تو اس اجتماع کے بعد کا معاملہ ہے۔،،

ڈاکٹر عبدالمجید السوسوۃ نے اپنی تعریف میں دوسری قید یہ لگائی ہے کہ یہ اجتہاد کسی شرعی حکم سے متعلق ظن غالب کو حاصل کرنے کے لیے ہوگا، جبکہ یہ امر واضح ہے کہ اجتہاد سے بعض اوقات ظن غالب حاصل ہوتا ہے اور بعض صورتوں میں علم قطعی، خصوصا جبکہ اس اجتہاد پر مابعد کے زمانوں میں اجماع بھی منعقد ہو جائے۔ڈاکٹر صالح بن عبداللہ بن حمید لکھتے ہیں:

"عبارة(لتحصيل ظن بحكم شرعي)هذاالوصف غيردقيق فان كان المقصودبه المجتهدفانه قديتحصل من اجتهاده على ظن وقديتحصل على قطع ،وان كان المقصودبه غيره فليس ذا بال[۱۰]

،،کسی حکم شرعی سے متعلق ظن غالب کو حاصل کرنے کی عبارت ایک ایسا وصف ہے، جو غیر ضروری ہے۔پس اگر اس سے مقصود مجتہد ہے تو اس کو تو بعض اوقات ظن حاصل ہوتا ہے اور بعض اوقات علم قطعی۔اور اگر مقصود کچھ اور ہے تو پھر اس وصف کو بیان کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔،،

ڈاکٹر عبدالمجید السوسوۃ نے اجتماعی اجتہاد کی تعریف میں تیسری قید یہ لگائی ہے کہ اس اجتہاد میں شریک تمام علماء یا ان کی اکثریت زیر بحث مسئلے کے حکم پر متفق ہو جائے۔ وہ لکھتے ہیں:

''قوله (واتفاقهم جميعا او اغلبهم على الحكم)، قيد لبيان ان الاجتهاد الصادر من جماعة لا يكون جماعيا بالمعنى المقصود، الا اذا نتج عنه حكم متفق عليه من جميع اولئك المجتهدين او من اغلبهم. اما اذا لم يتفقوا، وظل كل مجتهد محتفظ برايه واجتهاده، فلا يتحقق الاجتهاد الجماعي، وانما تكون النتيجة مجموعة من الاجتهادات الفردية المختلفة.،،[11]

''تمام علماء یا ان کی اکثریت کے متفق ہو جانے کی قید اس لیے لگائی گئی ہے تاکہ یہ واضح ہو سکے کہ اجتہاد اس وقت تک اجتماعی نہیں کہلائے گا جب تک کہ تمام مجتہدین یا ان کی اکثریت اس مسئلے کے شرعی حکم پر متفق نہ ہو جائے۔ اگر تمام یا اکثر علماء متفق نہ ہوئے اور ہر مجتہد اپنے اجتہاد اور رائے پر تحفظات کا شکار رہا تو پھر اجتماعی اجتہاد حاصل نہیں ہوگا، بلکہ یہ مختلف انفرادی اجتہادات کا نتیجہ ہوگا۔،،

اس قید پر اعتراض یہ کیا گیا ہے کہ جس طرح علماء کی اکثریت کا ایک جگہ اجتماع ایک مشکل امر ہے اس سے زیادہ ناممکن کام ان سب یا ان کی اکثریت کا کسی مسئلے میں کسی شرعی حکم پر اتفاق کر لینا ہے۔ علامہ الباؒئی اس نکتے کی طرف اشارہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

''ان قوله: ''واتفاقهم جميعا!،، فهذا ابعد من التحقق من الذى قبله، خاصة فى هذا الزمن الذى قل فيه المجتهدون اجتهادا فرديا مع توفر شروط الاجتهاد، التى تكلم عنها كلاما جيدا دكتور الشرفي! ولعله لذلك اتبعه بقوله معطوفا عليه: ''او اغلبهم،، ! فهذا الاجتهاد الجماعى اشبه ما يكون بالاجتهاد الفردى المجمع عليه فى تعريف علماء الاصول واصحب تحقيقا.،،[12]

''ڈاکٹر عبدالمجید السوسوۃ کا اجتماعی اجتہاد کی تعریف میں تمام علماء کے اتفاق کی قید لگانا ایک ایسی شرط ہے کہ جس کا پایا جانا پہلی شرط کی نسبت زیادہ مشکل ہے، خاص طور پر اس زمانے میں کہ جس میں ایسے مجتہدین بہت کم ہیں کہ جن میں اجتہاد کی وہ شروط پائی جاتی ہوں کہ جن کے بارے میں ڈاکٹر عبدالمجید السوسوۃ نے بھی بڑا عمدہ کلام کیا ہے۔ شاید یہی وجہ ہے کہ ڈاکٹر صاحب نے معا بعد ان کی اکثریت کے اتفاق کا تذکرہ بھی کر دیا ہے۔،،

اسی طرح ڈاکٹر صالح بن عبداللہ بن حمید لکھتے ہیں کہ اگر مجتہدین کی ایک بڑی جماعت مثلاً پچاس افراد پر مشتمل مجلس میں کسی مسئلے کے شرعی حکم کے بارے میں بحث وتمحیص کے بعد اختلاف کی صورت میں دو گروہ بن جاتے ہیں، بڑے گروہ مثلاً چالیس افراد کی رائے ایک ہے، جبکہ چھوٹے گروہ مثلاً دس افراد کی رائے اس کے برعکس ہے۔ اب اس دوسری جماعت کے اجتہاد پر بھی اجتماعی اجتہاد ہی کے لفظ کا اطلاق ہوگا اگر چہ وہ اکثریت میں نہیں ہیں۔ ڈاکٹر صاحب لکھتے ہیں:

"عبارۃ: (اغلب الفقهاء) و (اغلب المجتهدين) فهذا التنصيص محل نظر من حيث: (ا) ان الحكم بان المجتمعين هم اغلب الفقهاء او المجتهدين متعذر. (ب) ثم ان الاقلية المخالفة يصدق على اجتهادها انه اجتهاد جماعي. (ج) وكذا لو ان جمعا من الفقهاء ممن لا يمثلون الاغلبية اجتهدوا لعد ذلك اجتهادا جماعيا صحيحا،،[۱۳]

"اکثر فقہاء یا مجتہدین کی شرط لگانا تین اعتبارات سے محل نظر ہے: ا۔ اکثر فقہاء یا مجتہدین کا اتفاق ایک مشکل امر ہے۔ ۲۔ جس اقلیت نے اس اجتہاد کی مخالفت کی ہے، وہ بھی اجتماعی اجتہاد ہی ہے (اگر وہ دو سے زائد ہوں)۔ ۳۔ اسی طرح اگر علماء کی ایک محدود جماعت، جو اکثریت نہ ہو، آپس میں مل کر اجتہاد کرتے ہیں تو صحیح بات یہی ہے کہ اس کو بھی اجتماعی اجتہاد ہی میں شمار کریں گے۔،،

ہمارے خیال میں کسی مسئلے میں علماء کی اکثریت کا اتفاق ایک چیلنج تو ہے لیکن ناممکن امر نہیں ہے، لیکن اس اکثریت کو اجتماعی اجتہاد کے عمل کے ایک لازمی جزو کے طور پر بیان نہیں کرنا چاہیے۔ ماضی میں کئی ایک مسائل پر علماء کے اجماع کا دعوی کیا گیا ہے اور یہ دعوی صحیح بھی ہے۔ اور ایسے مسائل کی تعداد تو بہت زیادہ ہے جن میں اکثر مجتہدین کا اتفاق ہوتا ہے جیسا کہ 'فقہ المقارن، کے مطالعے سے معلوم ہوتا ہے کہ سینکڑوں مسائل ایسے ہیں کہ جن میں ائمہ ثلاثہ امام مالک (متوفی ۱۷۹ھ)، امام شافعی (متوفی ۲۰۴ھ) اور امام احمد (متوفی ۲۴۱ھ)ؒ کی رائے ایک ہی ہوتی ہے جبکہ امام ابوحنیفہؒ (متوفی ۱۵۰ھ) کی رائے ان سے مختلف ہوتی ہے۔ اسی طرح اب تو باقاعدہ اس موضوع پر کتابیں لکھی جا رہی ہیں کہ ان مسائل کو جمع کیا جائے، جن میں ائمہ اربعہ کا اتفاق ہے۔ فقہ کے تقابلی مطالعے میں عموماً یہ بات بار بار سامنے آتی ہے کہ اس مسئلے میں جمہور علماء کا یہ موقف ہے اور یہ اجتماعی اجتہاد ہی کی ایک شکل ہے اگر چہ ان علماء کی رائے کسی اجتماع یا مشورے کے بغیر اتفاقاً ایک دوسرے کی تائید کر رہی ہوتی ہے۔

ہاں! یہ بات درست ہے کہ ایک مسئلہ جب علماء کی ایک جماعت کے سامنے رکھا جائے تو ضروری نہیں ہے کہ ایک ہی مجلس میں ان کی اکثریت اس کے شرعی حکم پر اتفاق کر لے بلکہ اس مسئلے پر کئی ایک مجالس میں ردوقدح کے بعد ان کی اکثریت کسی ایک موقف تک پہنچ سکتی ہے، بشرطیکہ وہ دلائل کے تبادلہ خیال میں دلیل کی قوت کو قبول کرنے کا جذبہ رکھتے ہوں اور مذہبی تعصب یا فرقہ وارانہ پس منظر میں ردعمل کا شکار ہو کر اپنے موقف پر مصر نہ رہیں۔علاوہ ازیں باہمی اتفاق واتحاد رائے بھی ان پر اس قدر سوار نہ ہو کہ وہ اس جذبے کو حق بات پر ترجیح دینے لگ جائیں۔ڈاکٹر عبدالمجید السؤسؤۃ اجتماعی اجتہاد کی تعریف میں دوسری قید کی مزید وضاحت کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

”وایضافی قوله:(اتفاقهم جميعااواغلبهم)،فيه بيان للفرق بين الاجتهادالجماعی والاجماع،فالاجماع يشترط فيه اتفاق جميع المجتهدين من امة محمدﷺعلی حكم شرعی،بينماالاجتهادالجماعی يكفی فيه اتفاق مجموعة من العلماء المجتهدين اواكثرالعلماء المجتهدين ،ولايشترط فيه اتفاق جميع المجتهدين ،اذلوتم هذاكان ذالک اجماعا،وايضايكفی فی الاجتهادالجماعی اتفاق اغلب المشاركين فی الاجتهاد،،[۱۴]

”شریک علماء میں سب یا ان کی اکثریت کے اتفاق کی قید لگانے کا مقصد یہ بھی ہے کہ اجتماعی اجتہاد اور اجماع میں فرق واضح ہو جائے۔اجماع میں کسی شرعی حکم پر امت محمدﷺ کے تمام مجتہد علماء کا اتفاق ضروری ہے،جبکہ’اجتماعی اجتہاد‘میں علماء کی ایک جماعت یا اکثر علمائے مجتہدین کا اتفاق بھی کافی ہے۔اور اگر اس اجتماعی اجتہاد سے قائم شدہ رائے پر باقی تمام علماء بھی اتفاق کر لیں تو یہ اجماع بن جائے گا۔اور یہ بات بھی واضح ہے کہ اجتماعی اجتہاد میں مجتہد علماء کی اکثریت کی شرکت ہی کافی ہے۔،،

ہمارے خیال میں یہ ایک اچھی واضح ہے کہ جس سے علامہ البانیؒ کے خدشے کا ازالہ ہو جاتا ہے۔ڈاکٹر عبدالمجید السؤسؤۃ اجتماعی اجتہاد کی تعریف میں تیسری قید کی وضاحت کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

”قوله:(بعدتشاورهم)فيه بيان بان الاجتهادالجماعی لابدان يكون الحكم الصادرعنه قداتی بعدتشاوراولئک العلماء وتبادلهم للآراء،وتمحيص هم للافكار،ومناقشتهم للاقوال بطريقة شورية،من خلال وسيلة يحددونهاكالمجالس اوالمجامع

او المؤتمرات اوغیر ذلک،اما اذا حدث توافق بین آراء مجموعة من العلماء فی حکم شرعی،وکان ذلک دون سابق تشاور بینهم حول ذلک الحکم،فان هذا لیس اجتهادا اجماعیا،وانما هو توافق فی الاجتهاد،،١٥

”تعریف میں علماء کے باہمی مشورے کے بعد ان کے اتفاق کی قید اس لیے لگائی گئی ہے کہ 'اجتماعی اجتہاد' کے لیے یہ بات لازم ہے کہ کسی مسئلے کے شرعی حکم پر علماء کا اتفاق ان کی باہمی مشاورت،تبادلہ خیال،ایک دوسرے کے موقفات کی چھان پھٹک اور دلائل کی ردوقدح کے بعد شورائی طریقے پر صادر ہوا اور یہ سب عمل مختلف قسم کی مجالس،اداروں اور سیمیناروں وغیرہ کا نتیجہ ہو۔اگر ایسا ہو کہ کسی مسئلے کے شرعی حکم میں علماء کی آراء بغیر کسی مشاورت کے اتفاقاً ایک دوسرے کی تائید میں ہوں تو یہ اجتماعی اجتہاد نہ ہوگا بلکہ اس کو ہم ان کے اجتہاد کی باہمی موافقت کا نام دیں گے۔،،

'اجتماعی اجتہاد' کی تعریف میں باہمی مشاورت کے عمل کو جس طرح ڈاکٹر عبدالمجید نے واضح کیا ہے وہ ایک اہم نکتہ ہے۔اسی طرح انہوں نے کسی مسئلے میں علماء کی باہمی مشاورت کے جو ذرائع بیان کیے ہیں،ان کا انکار نہیں ہے لیکن ان میں اہم ترین ذریعہ تحریری مباحثہ ومکالمہ ہے جس کا تذکرہ انہو ں نے نہیں کیا۔بعض اوقات ایک عالم دین اپنی کسی کتاب،مقالے یا تحقیقی مضمون میں کسی رائے کا اظہار کرتے ہیں اور پھر اس پر دوسرے علماء کی طرف سے مثبت ومنفی آراء کا اظہار شروع ہو جاتا ہے۔اس طرح معاصر تحقیقی رسائل وجرائد یا کتب میں بحث ونقد کے اس سلسلے میں علماء اپنی آراء قائم کرنا شروع کر دیتے ہیں اور ایک خاص وقت کے بعد علماء کی ایک اکثریت اس رائے کی حامل ہوتی ہے کہ جس کو ایک عالم نے شروع میں پیش کیا تھا۔مثال کے طور پر کیمرے کی تصویر کو ہی لے لیں۔اس بارے میں بعض علماء مثلاً ڈاکٹر یوسف القرضاوی نے جواز کا فتویٰ جاری کیا،جس پر مختلف علماء کی طرف سے نقد کی گئی اور اس طرح ایک تحریری مناقشہ کے بعد آج علماء کی اکثریت کیمرے کی تصویر کے جواز یا عدم جواز میں سے کسی ایک موقف کی حامل ضرور ہے۔ڈاکٹر عبدالمجید السوسوۃ اس قید کی مزید شرح کرتے ہوئے بیان فرماتے ہیں:

”وایضافی قوله:بعد تشاورهم،وصف یتبین منه الفرق بین الاجتهادالجماعی والاجماع،فالجماعی یلزم ان یکون مبنیا علی الشوری،اما الاجماع فلا یشترط فیه تشاور المجتهدین،اذلو حدث اتفاق جمیع المجتهدین علی حکم شرعی دون ان

☆اهجر المنبهات والا کثار منها کالشای والقهوة واحذر التدخین والشیشة وغیرها.☆

یسبق ذلک تشاور، صح الاجماع،،[۱۶]

''علماء کے مشورے کے بعد کسی رائے پر اتفاق کی قید اس لیے لگائی گئی ہے تا کہ اجماع اور اجتماعی اجتہاد میں فرق واضح ہو جائے، کیونکہ اجتماعی اجتہاد کے لیے ضروری ہے کہ وہ شوری پر مبنی ہو، جبکہ اجماع کا معاملہ یہ ہے کہ اس میں مجتہدین کی باہمی مشاورت شرط نہیں ہے، اگر کسی مسئلے میں بغیر کسی مشورہ کے مجتہدین کا کسی شرعی حکم پر اتفاق ہو گیا ہو تو یہ اجماع کہلائے گا۔،،

ڈاکٹر صاحب نے 'اجتماعی اجتہاد، اور اجماع میں فرق کے اعتبار سے ایک اچھا نکتہ بیان کیا ہے۔'اجتماعی اجتہاد، اگر چہ اجماع تو نہیں ہے لیکن وہ اجماع کے حصول کا ایک ذریعہ بن سکتا ہے۔

دوسری تعریف:

ڈاکٹر خلیل العید اجتماعی اجتہاد کی تعریف بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

''اتفاق اغلب المجتهدین من امة محمد ﷺ فی عصر من العصور علی حکم شرعی فی مسالة،،[۱۷]

''امت محمدیہ ﷺ کے اکثر مجتہدین کا کسی زمانے میں کسی مسئلے کے شرعی حکم پر اتفاق کر لینا، اجتماعی اجتہاد ہے۔،، ڈاکٹر خلیل العید کی اس تعریف پر بھی وہ تمام اعتراضات وارد ہوئے ہیں جو ڈاکٹر عبد المجید السوسوۃ کی تعریف پر ہیں۔ پہلی تعریف پر وارد ہونے والے اعتراضات کے علاوہ ایک اور اعتراض جو مذکورہ بالا تعریف پر وارد ہو سکتا ہے، وہ یہ ہے کہ کسی مسئلے پر فقہاء کی اکثریت کا اتفاق تو اس طرح بھی حاصل ہو جاتا ہے کہ کسی ایک مجتہد نے اپنی رائے کا اظہار کیا ہو اور اسی زمانے میں کچھ اور مجتہدین بھی اس کی رائے سے متفق ہو گئے، جبکہ اس طرح کے اتفاقی اجتماع کو کوئی بھی اجتماعی اجتہاد نہیں کہتا ہے۔ اگر امام مالکؒ نے کسی مسئلے میں کسی رائے کا اظہار کیا اور امام شافعی اور امام احمدؒ وغیرہ کا ان سے اتفاق ہو گیا، جیسا کہ اکثر و بیشتر مسائل میں ہوتا ہے کہ ائمہ ثلاثہ کا موقف ایک ہی ہے، تو کیا یہ اجتماعی اجتہاد ہو گا؟ حالانکہ اس کو اجتماعی اجتہاد کوئی بھی نہیں کہتا ہے۔ ڈاکٹر احمد ریسونی لکھتے ہیں:

''وبغض النظر عن الاختلاف فی الصیغ التعریفیة المفضلة عند کل واحد، فلا احد یخالف فی ان (الاجتهاد الجماعی): هو الذی ینبثق مضمونه ویصدر عن جماعة من العلماء، بعد التشاور و التحاور فی المسالة المجتهد فیها. فدخول عنصری

(الجماعةوالتحاور)فی الجهدالاجتهادی،وفی الموافقةعلی نتیجنة ،هوالذی یعطی الاجتهادصفة(الجماعی).فلواتفق عددمن العلماء علی اجتهادمعین،دون تلاق ولاتحاوربینهم،فلایکون اجتهادهم واتفاقهم اجتهاداجماعیاوکذلک اذا تلاقواوتحاوروافی المسالة،لکنهم اختلفواوعبرکل منهم عن اجتهاده ووجهةنظره.نعم اذا لم یتفقوا جمیعا،وصدرالاجتهاداوالفتوی باسم فریق منهم فانه یکون اجتهاداجماعیالاسیمااذا کان المتفقون هم الاکثریة.،،۱۸؎

’’اگراجتماعی اجتہادکی مختلف تعریفوں میں موجوداس اختلاف سے صرف نظرکریں جوہرتعریف کے واضع کے نزدیک اہم ہے،تواس بات سے توکسی عالم دین کواختلاف نہیں ہوگاکہ اجتماعی اجتہادسے مرادوہ اجتہادہے جوکسی مجتہدفیہ مسئلے میں باہمی مشاورت ومکالمے کے بعدعلماء کی ایک جماعت سے صادرہواورپانی کی طرح ازخودجاری ہوجائے (یعنی پہلے سے طے شدہ نتائج یااتحادواتفاق کے حصول کے لیے نہ ہو)۔پس اجتہادی کوشش میں جب جماعت اورباہمی مشاورت کاعنصرشامل ہوجائے اوربعدازاں اس پرعلماء کی موافقت بھی حاصل ہوجائے تواس کواجتماعی اجتہادکہیں گے۔اوراگرعلماء کی ایک جماعت کاکسی معین اجتہادپرباہمی ملاقات ومشاورت کے بغیراتفاق ہوگیاتوان کے اس اجتہادیااتفاق کواجتماعی اجتہادکانام نہ دیاجائے گا۔اسی طرح اگرعلماء نے باہم مل بیٹھ کرکسی مسئلے میں مشاورت کی اوران کاآپس میں اختلاف ہوگیا۔پس ہرایک نے اپنے اجتہاداورنقطہ نظرکوواضح کیااورکسی ایک رائے پران سب کااتفاق نہ ہوسکا۔اب اگرعلماء کی اس مجلس میں ایک گروہ اپنے نام سے کوئی اتفاقی فتوی جاری کرتاہےتواسے بھی اجتماعی اجتہادکہیں گے،خاص طورپرجبکہ اس مجلس کی اکثریت کسی رائے پرمتفق ہو۔،،

ڈاکٹراحمدریسونی کاکہنایہ ہے کہ اگرعلماء کی ایک مجلس میں کسی مسئلے کے بارے کئی ایک آراء سامنے آئیں اوراس مجلس کے علماء کی اکثریت یاایک فریق،کسی ایک رائے پراتفاق کرتے ہوئے اس کے مطابق فتوی جاری کردے تواسے بھی اجتماعی اجتہادکہیں گے،لیکن اگرمجلس کے تمام اراکین میں ہی اختلاف ہوجائے اوردوسے زائدعلماء کسی رائے پرمتفق نہ ہوں توپھرہرایک فتوی انفرادی اجتہادہوگانہ کہ اجتماعی۔

ہمیں جوبات محسوس ہوتی ہے،وہ یہ ہے کہ اجتماعی اجتہادکے بنیادی عناصرجماعت اورباہمی مشاورت

☆لاتقرابعض الکتب التی تربی التشاؤم والاحباط والیاس والقنوط.☆

سے یعنی اگر علماء کی ایک جماعت کسی مسئلے کا شرعی حل پیش کرنے کے لیے باہمی مشاورت کرے تو اس عمل کو اجتماعی اجتہاد کہیں گے، جہاں تک ان سب یا ان کی اکثریت کے اتفاق کا معاملہ ہے تو وہ اجتماعی اجتہاد کے اس فعل کا نتیجہ ہے۔ مباحثے و مکالمے کے بعد بعض اوقات یہ اتفاق حاصل ہوجاتا ہے اور بعض اوقات نہیں ہوتا۔ ہمارے نقطہ نظر میں ایک متعین مسئلہ میں علماء کے باہمی مکالمے و مباحثے کے بعد اگر دو افراد کے مابین بھی اتفاق حاصل نہ ہو تو اس کو بھی اجتماعی اجتہاد کہیں گے کیونکہ ایک شرعی مسئلے کی تلاش میں اجتماعی کوشش تو صرف ہوئی ہے۔ اس لیے علماء کی اکثریت کا اتفاق اجتماعی اجتہاد کے عمل کے لیے خارجی وصف کی حیثیت رکھتا ہے نہ کہ رکن کی اہمیت کا۔

ڈاکٹر صالح بن عبداللہ بن حمید فرماتے ہیں:

"عبارة: (اتفاقهم) و (اتفاق) فهذا الوصف خارج عن ماهية الاجتهاد الجماعي اذا الاتفاق احد نتائج هذا الاجتهاد و فرق بين الشئي و نتيجته، وانه ليس من شرائط تحقيق الاجتهاد الجماعي ان يخرج منه المجتهدون بالاتفاق بل لو انهم اجتمعوا و تباحثوا و لم يتوصلوا الى شئي او حصل منه متوقف لصدق على ذالك انه اجتهاد جماعي." [19]

"فقہاء یا مجتہدین کے اتفاق کی قید ایک ایسا وصف ہے جو اجتماعی اجتہاد کی ماہیت سے خارج ہے، کیونکہ ان کا اتفاق تو اس عمل اجتہاد کا ایک نتیجہ ہے اور کسی شئی اور اس کے نتیجے کے مابین فرق ایک واضح امر ہے۔ اجتماعی اجتہاد کے ثبوت کے لیے ایسی کوئی شرط نہیں ہے کہ اس پر تمام مجتہدین کا اتفاق ہو تو پھر ہی وہ اجتماعی اجتہاد ہوتا ہے، بلکہ اگر مجتہدین کی ایک جماعت نے جمع ہو کر آپس میں مباحثہ کیا اور کسی نتیجے پر نہ پہنچ سکے یا انہوں نے کسی مسئلے میں توقف اختیار کیا تو پھر بھی اس عمل کو اجتماعی اجتہاد ہی کہیں گے۔" (جاری ہے)

تحریک جہاد اور برٹش گورنمنٹ

ایک تحقیقی مطالعہ

ناشر: دار النعمان نزد مکتبہ قادریہ یونیورسٹی روڈ پرانی سبزی منڈی کراچی

☆تذکر ان ربك واسع المغفرة يقبل التوبة و يعفو عن عباده و يبدل السيئات حسنات.☆